شمارہ
۱۷

یکم جولائی تا ۱۵/ جولائی ۲۰۲۶ء

پندرہ روزہ

آن لائن

اُردو گلبن (جدہ)

(خالص ادبی و معاشرتی رسالہ)

ہم نے خوشبو کے بند کھول دیئے
اب ہوا تیری ذمہ داری ہے

مدیر اعلیٰ: مہتاب قدر

پندرہ روزہ

اُردو گلبن

(خالص ادبی و معاشرتی رسالہ)

اشاعت کی شرائط

۱۔ مضمون زبان و بیان کے اعتبار سے مبہم اور پیچیدہ نہ ہو۔
۲۔ مضمون کا زیادہ تر مواد ماخوذ و مستفادنہ ہو اور حوالے ساتھ نقل کیے جائیں۔
۳۔ مضمون میں موضوع سے متعلق کما حقہ احاطہ کیا گیا ہو۔
۴۔ اقتباسات/اشعار ضرورت سے زیادہ نہ ہوں، مضمون نگار کی اپنی تحریر زیادہ ہو۔
۵۔ مضمون رسالہ کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو؛ یعنی تحریر سے کسی کی دل آزاری یا ہجو مقصود نہ ہو۔
۶۔ مضمون میں ترجیحاً کوئی نیا زاویہ یا نئی جہت ہونی چاہیے۔
۷۔ مضمون نہایت مختصر یا بہت طویل نہ ہو۔
۸۔ مضمون نگار اپنی پاسپورٹ سائز تصویر، پورا پتہ، اور مراسلت کے لیے ای میل و فون نمبر بھی ارسال فرمائیں۔

مہتاب قدر
مدیر اعلیٰ
Email: mahtabqadr@gmail.com
Whatsapp: +966 50 132 9193

مرزا محمد نواب
Email: mirza_shanov@hotmail.com
Whatsapp: +966 50 8509457

تزئین کار محمد سلیمان طاہر

مجلس ادارت

پروفیسر ارتضیٰ کریم
مہتاب قدر
مرزا محمد نواب
افسر حسین
اسلم افغانی
تاشقین سیّد
فیصل طفیل

مجلس مشاورت

نعیم جاوید	(دمام الخبر)
افتخار راغب	(ریاض)
محمد سیف الدین	(ریاض)
ناصر برنی	(ینبع)
محمد ہاشم علی	(حیدرآباد)
سراج وہاب	(جدہ)
افسر فہیم	(امریکہ)
دانش عبدالغفور	(ریاض)
مسعود حساس	(کویت)
عزیز الرب علیگ	(جدہ)
اعجاز شاہین	(امارات)

توجہ طلب: پندرہ روزہ آن لائن اُردو گلبن رسالے میں شائع ہونے والے تمام مضامین قلم کاروں کے اپنے ذاتی خیالات ہیں اور وہ خود ان کے ذمہ دار، کسی بھی تحریر سے کسی کی تضحیک یا ہجو منظور نہیں اور یہ مطلق ضروری نہیں کہ ادارہ اُردو گلبن قلم کاروں کی نگارشات سے اتفاق کرے۔

حُسنِ ترتیب

عنوان	مصنف	صفحہ
قرآنی آیت		4
حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)		4
اداریہ: ''وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر۔۔۔اور تم!)	مہتاب قدر (جدہ)	5
نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''لکھ نہیں سکتا مگر نعتِ نبی لکھتا ہوں''	ذوالفقار نقوی (جموں کشمیر)	6
نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ''واہ کیا لوگ ہیں یوں زیست بسر کرتے ہیں''	مہتاب قدر (جدہ)	6
شہدائے کربلا کو سلام	اطہر عباسی (جدہ)	6

مضامین

عنوان	مصنف	صفحہ
یومِ عاشورہ: ہدایت و بصیرت کا چراغ	سلیم خان (امریکا)	7
مشاعرہ عید ملن (زیرِ اہتمام اُردو گلبن جدہ، سعودی عرب)	خالد سروہی	9
پروفیسر ضیاء الرحمن صدیقی: شاعری کے کینوس پر ضیائیں بکھیرنے والا شاعر	ڈاکٹر محمد عادل فراز (علی گڑھ)	12
خط بنام موبائل شریف	ڈاکٹر رفیعہ نوشین	14
ہائیکو (Haiku) کے صوتی آہنگ و تاریخ	ڈاکٹر گوہر مسعود (فتح پور)	16
عرب نژاد ڈکتور نزار سرطاوی: ایک ملاقات	مہتاب قدر (جدہ)	17
شادیوں میں تاخیر، اسباب اور تدارک	ام عبدالعزیز (جدہ)	18
شکیل اعجاز: ہمہ جہت شخصیت	خان حسنین عاقب (مہاراشٹر)	19

غزلیں/نظمیں

عنوان	مصنف	صفحہ
فی البدیہہ غزل (عنایت ہو تھوڑی سوا جانتے ہیں''	سیّد اسد تابش (مہاراشٹر)	20
نظم: ''رت بدلتے ہی!!''	سیدہ ایمن	20
مزاحیہ کلام (قطعہ)	اطہر اسلوبی (جدہ)	20
فارسی سے ایک شعر (فضولی بغدادی) کا شعری ترجمہ	مہتاب قدر	20

افسانہ

عنوان	مصنف	صفحہ
خوبصورت	فرخندہ ضمیر	21

خبریں

عنوان	مصنف	صفحہ
مانو کی پروفیسر آمنہ تحسین کو وقارِ ادب ایوارڈ		23

(آپ کے خطوط)

عنوان	مصنف	صفحہ
خط ۱: خوش آئند فکری طرز	محمد اشفاق بدایونی	24
خط ۲: بامقصد مشاعرہ	سید ریاض تنہا (تلنگانہ)	25
خط ۳: معیاری رسالہ	سیف نظامی (حیدرآباد)	25
خط ۴: معلوماتی رسالہ	شکیلہ علی (جدہ)	25
خط ۵: بشیر بدر نمبر	پروفیسر آمنہ تحسین، مانو (حیدرآباد)	25

قرآنی آیت

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا
فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ
ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ...

بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی اللہ کی کتاب (یعنی نوشتۂ قدرت) میں
بارہ مہینے (لکھی) ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین (کے نظام) کو پیدا فرمایا تھا
ان میں سے چار مہینے (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) حرمت والے ہیں۔ (التوبۃ، 36:9)

حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ،
فَوَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَسُئِلُوا عَنْ ذَلِكَ،
فَقَالُوا: هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللهُ فِيهِ مُوسَى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى فِرْعَوْنَ،
فَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ،
فَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

یہ حدیث متفق علیہ ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

حضرت (عبد اللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ پس ان سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ و نصرت عطا فرمائی تو ہم اِس عظیم کامیابی کی تعظیم و تکریم بجالانے کے لیے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے حق دار ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی) روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

شعر

ہوائے ظلم سوچتی ہے کس بھنور میں آ گئی
وہ اک دیا بجھا تو سینکڑوں دیئے جلا گیا

(احمد فراز)

اداریہ

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر اور تم ۔۔۔

جہاں مسلمانوں کے عروج وزوال نے انسانی تاریخ ،تہذیب اور سائنس پر گہرے اثرات مرتب کیے، ان کا عروج عالمِ انسانیت کے لیے ترقی اور علم کا سنہرا دور تھا، وہیں ان کے زوال کے سبب دنیا میں ایک فکری و تہذیبی انحطاط پیدا ہوا۔

مسلمانوں کے عروج کا اثر

سائنسی اور علمی انقلاب:

مسلمان سائنسدانوں ،فلسفیوں اور مفکرین نے ریاضی ،طب ،فلکیات ،اور جغرافیہ کے میدان میں نئے علوم کی بنیاد رکھی۔

تہذیبی بیداری:

اندلس (اسپین) سے لے کر بغداد تک قائم ہونے والی مسلم سلطنتوں کے ذریعے دنیا میں امن، انصاف اور رواداری پر مبنی معاشرے تشکیل پائے۔ یورپ نے اپنے ''تاریک دور'' میں مسلم درسگاہوں سے ہی روشنی حاصل کی۔ اسلامی تعلیمات نے غلامی کے خاتمے، انسانی حقوق اور سماجی مساوات کا درس دے کر پوری دنیا کے اخلاقی معیار کو بلند کیا۔

مسلمانوں کے زوال کا اثر

مغربی غلبہ:

جب مسلمان اپنے بنیادی مذہبی و سائنسی اصولوں سے دور ہوئے تو اقتدار ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور مغرب نے سائنسی و صنعتی میدان میں سبقت حاصل کر لی۔

مفکرِ اسلام ابوالحسن علی ندوی کے مطابق ،مسلمانوں کے انحطاط کے بعد قیادت ایسی اقوام کے ہاتھوں میں چلی گئی جو اخلاقی اقدار سے عاری تھیں ،جس کے نتیجے میں دنیا کو جنگوں اور سامراجیت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس موضوع کا تفصیلی اور تاریخی جائزہ مولانا سید ابوالحسن ندوی کی شہرہ آفاق کتاب ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' میں پڑھا جا سکتا ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

مہتاب قدر
(جدّہ)

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ذوالفقار نقوی

(پونچھ۔جموں کشمیر)

لکھ نہیں سکتا مگر نعت ِ نبی لکھتا ہوں
دے دیا اُس نے ہنر، نعتِ نبی لکھتا ہوں

زیب ِ قرطاس کیا نام ِ محمد میں نے
ہو گئی اُن کو خبر نعت ِ نبی لکھتا ہوں

عازم ِ دید ِ محمد جو کبھی ہوتا ہوں
رکھ کے جالی پہ نظر نعت ِ نبی لکھتا ہوں

اُن کی مدحت کے سوا کچھ بھی نہیں دامن میں
ہوں گے الفاظ گہر نعت ِ نبی لکھتا ہوں

وہ محمد کے تصدق میں مجھے بخشے گا
روز با دیدہ ء تر نعت ِ نبی لکھتا ہوں

وہ ہے ممدوحِ خدا، میری جسارت دیکھو
گو کہ ہوں ادنی بشر نعت ِ نبی لکھتا ہوں

ختم ہو جاتے ہیں الام شب ِ ظلمت کے
جب کبھی وقت ِ سحر نعت ِ نبی لکھتا ہوں

نسبتِ آلِ محمد پہ ہوں نازاں نقوی
ہے یہی زاد ِ سفر، نعت ِ نبی لکھتا ہوں

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مہتاب قدر

(جدّہ)

واہ کیا لوگ ہیں یوں زیست بسر کرتے ہیں
"مدحت شاہ امم شام وسحر کرتے ہیں"

ان کے روضہ پہ مری حاضری سبحان اللہ !
مجھ سے ذروں کو خدا لعل وگہر کرتے ہیں

کیوں نہیں کرتے محبت کے تقاضے پورے
ان کی جو حمد وثنا شام وسحر کرتے ہیں

ان کو محبوب رکھے جو وہ خدا کا محبوب
ایسے بندوں پہ وہ رحمت کی نظر کرتے ہیں

نعت گوئی کا ہنر اور سنواریں چل کر
چلئے مہتاب مدینے کا سفر کرتے ہیں

شہدائے کربلا کو سلام

اطہر عبّاسی

(جدہ)

دلیلِ صبح تری حُسنِ زندگی کو سلام
چراغِ سیدِ کونین بندگی کو سلام
کمالِ تشنگی کوثر سے آگہی کو سلام
کنار جوئے محبت کی تشنگی کو سلام
جو تیرگی سے ہمیں روشنی میں لے آئی
حسینؑ آپ کی اس شانِ بندگی کو سلام
جو ذرّے شامِ غریباں کا نور بنتے ہیں
لہو سے تر اُنہیں ذرّوں کی روشنی کو سلام
دُعائے نیم شبی روشنی سے لکھتی ہے
سلامِ حُسنِ قدیت شگفتگی کو سلام
سخن شناس ہوا اور ہم سخن میرا
اس اک خیالِ مجبر کی آگہی کو سلام
بلند کرگیا یارب جو کلمۂ توحید
پیام دے گیا ایسی پیمبری کو سلام
حضور جامِ شہادت کا مرتبہ عالی
سلامِ حق ہے یہی ایسی میکشی کو سلام
ادب کا ہے یہ تقاضا سلام کہتے ہوئے
چمک رہی ہے جو آنکھوں میں اُس نبی کو سلام
فضا میں گونجتی رہتی ہے کربلا کی صدا
صدائے حق تری اس زندہ رہبری کو سلام
جمالِ حُسنِ رضا ہے سلام کی توفیق
ہر ایک لفظ ہے اطہر، سخنوری کو سلام

سلیم خان

ہیوسٹن (ٹیکساس)، امریکا

یومِ عاشورہ

ہدایت و بصیرت کا چراغ

اسلامی کیلنڈر کے بارہ مہینوں میں محرم الحرام کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ سال کا پہلا مہینہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان چار مہینوں میں شامل ہے جنہیں قرآن مجید نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے۔ محرم کی دسویں تاریخ، جسے یومِ عاشور کہا جاتا ہے، تاریخِ اسلام اور انسانی تاریخ دونوں اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ دن محض ایک تاریخی واقعے کی یاد نہیں بلکہ ہدایت، بصیرت، صبر، استقامت اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسے کا ایسا درس ہے جو ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

یومِ عاشورہ کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ عاشورہ کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں یہ دن روحانی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالی جائے تو عاشورہ کئی عظیم واقعات کا امین نظر آتا ہے۔ روایات کے مطابق اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان سے نجات پا کر جودی پہاڑ پر ٹھہری، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات ملی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ظلم سے رہائی نصیب ہوئی۔ ان تمام واقعات میں ایک قدر مشترک دکھائی دیتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی نصرت پر یقین۔ جب حالات بظاہر ناموافق تھے اور ظاہری اسباب ختم ہوتے دکھائی دیتے تھے، تب اللہ کی مدد نے حق والوں کے لیے نئی راہیں کھول دیں۔

یومِ عاشورہ کا سب سے نمایاں اور دردناک پہلو واقعۂ کربلا ہے۔ سن 61 ہجری میں میدانِ کربلا میں پیش آنے والا یہ واقعہ اسلامی تاریخ کا ایسا باب ہے جس نے حق و باطل کے درمیان فرق کو ہمیشہ کے لیے واضح کر دیا۔ حضرت امام حسینؓ اور ان کے جانثار ساتھیوں نے ظلم، جبر اور ناانصافی کے سامنے سر جھکانے کے بجائے حق اور اصول کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ قربانی محض ایک سیاسی یا عسکری معرکہ نہیں تھی بلکہ ایک اخلاقی اور فکری انقلاب تھی جس نے امت کو یہ سبق دیا کہ حق کی حفاظت کے لیے قربانی دینا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

کربلا کا پیغام صرف ایک مخصوص زمانے یا طبقے تک محدود نہیں۔ یہ ہر اس انسان کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے جو سچائی، انصاف اور انسانی وقار پر یقین رکھتا ہے۔ امام حسینؑ نے یہ ثابت کیا کہ طاقت اور اقتدار ہی کامیابی کا معیار نہیں بلکہ اصولوں پر ثابت قدم رہنا اصل کامیابی ہے۔ بظاہر میدانِ کربلا میں ایک چھوٹا سا قافلہ شہید ہوا، لیکن تاریخ نے گواہی دی کہ اخلاقی فتح انہی کے حصے میں آئی۔

آج جب دنیا مختلف نوعیت کے بحرانوں، اخلاقی زوال، ناانصافی، خودغرضی اور مادہ پرستی کا شکار ہے تو عاشورہ کا پیغام پہلے سے کہیں زیادہ اہم محسوس ہوتا ہے۔ یہ دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ آزمائشیں زندگی کا حصہ ہیں، لیکن مایوسی مؤمن کا شیوہ نہیں۔ اللہ پر یقین، حق پر استقامت اور باطل کے خلاف جرأت مندانہ موقف ہی وہ اوصاف ہیں جو فرد اور معاشرے دونوں کو سنوار سکتے ہیں۔

یومِ عاشورہ ہمیں احتسابِ نفس کی دعوت بھی دیتا ہے۔ یہ سوچنے کا موقع فراہم کرتا ہے کہ ہماری زندگی کس حد تک اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے، ہم معاشرے میں انصاف، دیانت اور خیرخواہی کے فروغ کے لیے کیا کردار ادا کر رہے ہیں اور کیا ہم اپنے ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر حق بات کہنے کا حوصلہ رکھتے ہیں؟ اگر عاشورہ کے پیغام کو محض تاریخی تذکرے تک محدود رکھنے کے بجائے عملی زندگی میں اپنایا جائے تو انفرادی اور اجتماعی سطح پر مثبت تبدیلیاں پیدا کی جا سکتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یومِ عاشورہ صرف ایک دن کا نام نہیں بلکہ ایک فکر، ایک پیغام اور ایک روشنی ہے۔ یہ ہمیں بتاتا ہے کہ حق کا راستہ اگرچہ کٹھن ہو سکتا ہے، لیکن اس کا انجام عزت اور سربلندی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشورہ صدیوں گزر جانے کے باوجود دلوں کو منور کرتا اور انسانیت کو ہدایت و بصیرت کا راستہ دکھاتا چلا آ رہا ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم یومِ عاشورہ کے روحانی، اخلاقی اور عملی پیغام کو سمجھیں، اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں اور آنے والی نسلوں تک اس شعور کو منتقل کریں۔ یہی اس عظیم دن کا حقیقی احترام اور اس کے پیغام سے حقیقی استفادہ ہے۔

خالد سروہی

مشاعرہ عیدِ ملن

زیرِ اہتمام اردو گلبن جدہ، سعودی عربیہ

اُردو گلبن جدہ، سعودی عربیہ کے زیرِ اہتمام عید کے پُرمسرت موقع پر ایک نہایت شاندار، روح پرور اور یادگار "عیدِ ملن مشاعرہ" منعقد ہوا جس میں علم و ادب کے متوالوں، شعر و سخن کے دلدادگان اور اہلِ ذوق حضرات نے بھرپور شرکت فرما کر محفل کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا۔ یہ بابرکت تقریب اپنی ادبی لطافت، تہذیبی وقار اور شعری نزاکت کے اعتبار سے ایک منفرد اور قابلِ تحسین اجتماع ثابت ہوئی۔

محفل کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا جس کی سعادت حافظ قاری فیضان صاحب نے نہایت خوش الحانی اور تجوید و قرأت کے حسین امتزاج کے ساتھ حاصل کی۔ ان کی پُرسوز آواز نے سامعین کے قلوب کو منور کر دیا اور پورا ماحول روحانی کیف و سرور سے معطر ہو گیا۔

بعد ازاں نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کرنے کی سعادت محمد یاسر قادری صاحب اور محمد مدعی صاحب کو حاصل ہوئی۔ دونوں حضرات نے اپنی عقیدت، محبت اور والہانہ اندازِ بیاں سے محفل پر رقت آمیز کیفیت طاری کر دی اور حاضرین عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی کیفیت میں ڈوب گئے۔

مدینہ منورہ سے تشریف لائے شاعر سید شجاع الدین مدیح صاحب نے بھی نعتیہ کلام پیش کیا۔

مشاعرے کے باقاعدہ آغاز میں شعرائے کرام نے اپنے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ کلامِ اول پیش کرنے والوں میں انیس احمد صاحب، خالد سروہی صاحب اور فرحت اللہ خان صاحب شامل تھے، جنھوں نے اپنی فکری پختگی، شعری لطافت اور دلنشیں اسلوب سے سامعین سے خوب داد وصول کی۔

مزاحیہ شاعری کے مرحلے میں اطہر اسلوبی صاحب نے اپنے برجستہ اشعار، شگفتہ مزاح اور دل آویز انداز سے سامعین کو قہقہوں میں ڈبو دیا۔ محفل میں خوشگوار فضا قائم ہوگئی اور حاضرین دیر تک محظوظ ہوتے رہے۔

اس کے علاوہ تاشقین سید صاحب، افسر بارہ بنکوی صاحب اور ارشد قدوائی صاحب، آمرینہ قیصر صاحبہ، فیصل طفیل صاحب اور سمیرا عزیز صاحبہ نے بھی اپنے خوبصورت اور معیاری کلام سے ادبی ذوق رکھنے والوں کے دل جیت لیے۔ ان کے اشعار میں فکری گہرائی، جذبات کی لطافت اور زبان و بیان کی چاشنی نمایاں محسوس ہوئی۔

مہمان شعرا کی حیثیت سے ظفر فاروقی صاحب اور ریاض تنہا صاحب نے اپنے منفرد لب و لہجے، شعری تجربات اور فکر انگیز کلام سے محفل کو بامِ عروج تک پہنچا دیا۔ سامعین نے والہانہ انداز میں داد و تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے اشعار کو بے حد سراہا۔

اس عظیم الشان ادبی تقریب کے مہمانِ خصوصی معروف علمی و ادبی شخصیت ڈاکٹر خورشید رضوی صاحب تھے۔ آپ کی موجودگی محفل کے لیے باعثِ سعادت و افتخار رہی۔ آپ نے اپنے بصیرت افروز خیالات، علمی گفتگو اور ادبی تجربات سے سامعین کو نہ صرف محظوظ کیا بلکہ ادب کی اہمیت اور اردو زبان کی ترویج پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ کی شخصیت علم و فضل، شائستگی اور وقار کا حسین پیکر محسوس ہوئی۔

تقریب کی صدارت اور خطبۂ استقبالیہ کی ذمہ داری مہتاب قدر صاحب نے نہایت وقار، متانت اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دی۔ انہوں نے مہمانانِ گرامی، شعرا کرام اور حاضرینِ محفل کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہوئے اردو ادب کی خدمات پر روشنی ڈالی۔

نظامت کے فرائض اسلم افغانی صاحب نے انتہائی شاندار، دلنشیں اور فصیح و بلیغ انداز میں انجام دیے۔ ان کی برجستہ گفتگو، خوبصورت جملہ آرائی اور حاضر دماغی نے محفل کے حسن کو دوبالا کر دیا اور سامعین کو ابتدا سے اختتام تک اپنی جانب متوجہ رکھا۔

محفل کے دوران سامعین اور اراکینِ تنظیم کی جانب سے شعرا کرام کو بھرپور داد و تحسین سے نوازا گیا۔ ہر اچھے شعر پر تالیوں کی

گونج اور "واہ واہ" کی صداؤں نے محفل کو زندہ اور یادگار بنا دیا۔ حاضرین کا ادبی شعور، تہذیبی وقار اور شعر و سخن سے محبت قابلِ ستائش رہی۔

اختتام پر اردو گلبن جدہ کی جانب سے تمام معزز مہمانانِ گرامی، مہمانِ خصوصی ڈاکٹر خورشید رضوی صاحب، صدارت فرمانے والے مہتاب قدر صاحب، تمام شعرا کرام، نعت خواں حضرات، منتظمین، اراکین اور سامعین کا تہہِ دل سے شکریہ ادا کیا گیا جن کی شرکت اور تعاون سے یہ عظیم الشان عید مِلَن مشاعرہ ایک یادگار اور کامیاب تقریب بن سکا۔

دعا کی گئی کہ اردو ادب کی ایسی بابرکت محافل آئندہ بھی منعقد ہوتی رہیں اور اہلِ ذوق کو یوں ہی علم و ادب کے گلستان سے معطر کرتی رہیں۔

شعرا کے کلام سے انتخاب:

انیس احمد

قیس کے معتقد اور بھی تھے مگر
شہر میں میں اکیلا نشانہ ہوا

اے محبت تری جستجو میں یہاں
کوئی پاگل تو کوئی دیوانہ ہوا

خالد سروہی

تو نہ کہتا تھا کہ سب خط ہیں سنبھالے میں نے
راکھ کے ڈھیر سے کیا خواب نکالے میں نے؟

مجھ سے دُکھ بانٹنے کی یار جسارت کر لے
تجھ سے مانگے نہیں، صدیوں کے نوالے میں نے

فرحت اللہ خان

دل میں پیار بھی نہیں اب تو
اس کا انکار بھی نہیں اب تو

کرب تنہائی بانٹ لے آ کر
ایسا دلدار بھی نہیں اب تو

اطہر اسلوبی

تو تنہا نہیں مہرباں اور بھی ہیں
محلے میں کچھ کھڑکیاں اور بھی ہیں

ذرا ہاتھ پکڑا تو یہ شور و غو غا
مقامات آہ فغاں اور بھی ہیں

تاشقین سید

نیا خیال، نئے رنگ کی زمیں درکار
نگاہِ شعر و سخن کو نئے نگیں درکار

مرے گمان سے کچھ بڑھ کے ہوگا تیرا جمال
بشکل دید ہے تھوڑا سا بس یقیں درکار

افسر بارہ بنکوی

الفت کی بات ہے نہ سیاست کی بات ہے
میں مسکرا رہی ہوں یہ عادت کی بات ہے

تم سب کو دیکھتے ہو جہاں میں مرے سوا
میں تم کو دیکھتی ہوں یہ الفت کی بات ہے

ارشد قدوائی

ہمارے دل میں اے خدا یہ تیرگی کہاں کی ہے
یہ بے کسی کہاں کی ہے یہ بے بسی کہاں کی ہے

ہر غزل میں رکھ دیا ہے خون دل نچوڑ کر
لوگ پھر بھی پوچھتے ہیں شاعری کہاں کی ہے

امرینہ قیصر

اُلفت کی بات ہے نہ سیاست کی بات ہے
میں مسکرا رہی ہوں یہ عادت کی بات ہے

تم سب کو دیکھتے ہو جہاں میں مرے سوا
میں تم کو دیکھتی ہوں یہ الفت کی بات ہے

سمیرا عزیز

میں اصولوں سے بغاوت نہیں کرنے والی
جھوٹے لوگوں کی حمایت نہیں کرنے والی

صرف اُردو سے ہے پیدائشی رشتہ میرا
میں کبھی اس کی تجارت نہیں کرنے والی

ظفر فاروقی

احساس زندگی کا دلانے کے باوجود
کچھ لوگ سو رہے ہیں جگانے کے باوجود

ریاض تنہا

سمندر میں ندی نالے تو جا کر ڈوب جاتے ہیں
مگر شاعر کے کوزے میں سمندر ڈوب جاتے ہیں

مشاعرہ کی تصویری جھلکیاں

مہمان شاعر ظفر فاروقی

مہمان شاعر ریاض تنہا ہدیہ تبریک لیے ہوئے

پروفیسر خورشید رضوی

مہمانوں اور میزبانوں کی اجتماعی تصویر

گوشہ سامعین

سمیرہ عزیز کلام پڑھتے ہوئے

پروفیسر ضیاء الرحمن صدیقی:
شاعری کے کینوس پر ضیائیں بکھیرنے والا شاعر

ڈاکٹر محمد عادل فراز
(علی گڑھ)

اُردو ادب کے معاصر منظرنامے میں بعض شخصیات ایسی ہیں جو بیک وقت کئی جہات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ پروفیسر ضیاء الرحمن صدیقی کا شمار بھی انھی ممتاز اہلِ قلم میں ہوتا ہے جنھوں نے تحقیق، تنقید، تدریس اور شاعری کے میدان میں اپنی انفرادیت کا لوہا منوایا۔ اگرچہ ادبی حلقوں میں ان کی شناخت ایک محقق اور نقاد کی حیثیت سے زیادہ مستحکم ہے، لیکن ان کی شاعری کا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ایک حساس دل، روشن فکر اور وسیع المشرب شاعر بھی ہیں۔ ان کا کلام محض جذبات کی ترجمانی نہیں بلکہ انسانی شعور، اخلاقی اقدار، سماجی احساسات اور روحانی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔

پروفیسر ضیاء الرحمن صدیقی کی شاعری کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی فکری سنجیدگی ہے۔ وہ شاعری کو محض حسنِ بیان کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے زندگی کی تعبیر اور معاشرے کی تعمیر کا وسیلہ بناتے ہیں۔ ان کے یہاں احساس کی لطافت بھی ہے اور فکر کی گہرائی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری قاری کو محض محظوظ نہیں کرتی بلکہ اسے غور و فکر کی دعوت بھی دیتی ہے۔

ان کی شاعری کا ایک اہم پہلو خدا شناسی اور کائناتی شعور ہے۔ ان کی حمدیہ نظموں اور متعدد اشعار میں کائنات کے حسن اور خالقِ کائنات کی عظمت کا گہرا احساس موجود ہے۔ وہ فطرت کے مظاہر میں ربِّ کریم کی قدرت کے جلوے دیکھتے ہیں اور قاری کو بھی اسی شعور کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں کائنات کا ہر ذرہ اپنے خالق کی معرفت کا ایک روشن استعارہ ہے۔

ان کے شعری سرمائے میں انسانی اقدار، اخلاقی تربیت اور احترامِ انسانیت کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ وہ خصوصاً نئی نسل کو اپنے تہذیبی ورثے، بزرگوں کے تجربات اور اعلیٰ انسانی اقدار سے وابستہ رہنے کا پیغام دیتے ہیں:

کر کے تحقیر بزرگوں کی نئی نسل کے لوگ
اپنے اقدار کو پھر نام نیا دیتے ہیں

یہ شعر محض شکایت نہیں بلکہ بدلتی ہوئی سماجی قدروں پر ایک گہرا تبصرہ ہے۔ شاعر تہذیبی تسلسل کو انسانی شناخت کے لیے ناگزیر سمجھتا ہے۔

پروفیسر ضیاء الرحمن صدیقی کے کلام کا ایک نمایاں وصف عصری شعور اور سماجی تنقید ہے۔ وہ اپنے گرد و پیش کے مسائل کو گہری نظر سے دیکھتے ہیں اور معاشرتی ناانصافیوں، طبقاتی تقسیم اور فکری زوال پر اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ اس فکر سے متعلق اشعار ملاحظہ کریں:

زمین بٹ گئی ساری زمین پہ کچھ بھی نہیں
کہ بانٹنے کو فقط آسمان باقی ہے

یہ بات سوچنے میں کچھ عجیب لگتی ہے
زمیں پہ آج بھی امن و امان باقی ہے

یہ اشعار ہمارے عہد کی تلخ حقیقتوں اور انسانی بے بسی کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔

شاعر کے یہاں احتجاج بھی ہے اور امید بھی، تنقید بھی ہے اور اصلاح کا جذبہ بھی۔

ضیاء الرحمن کی غزلیات میں عشق و محبت کی روایتی لطافتیں بھی ملتی ہیں، لیکن یہ محبت محض شخصی واردات نہیں بلکہ انسانی جذبات کی ایک وسیع تر تعبیر بن جاتی ہے:

وہ میری سمت لوٹ کے آتا ہے بار بار
یوں بے سبب وہ دل کو دکھاتا ہے بار بار

میں چاہتا ہوں اس سے بہت دوریاں مگر
پھر بھی حسین خواب دکھاتا ہے بار بار

ان اشعار میں محبت کی کشش، انسانی نفسیات کی پیچیدگی اور جذباتی کشمکش نہایت خوبصورتی سے جلوہ گر ہوئی ہے۔

موصوف کی شاعری کا ایک اور روشن پہلو امید، حوصلہ اور استقامت کا پیغام بھی ہے۔ وہ زندگی کی دشواریوں کے باوجود مایوسی کو قبول نہیں کرتے بلکہ روشنی اور جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں:

وادیِ شب میں بھٹکتے ہوئے راہی کو ضیاؔ
یہ ستارے ہی تو منزل کا پتہ دیتے ہیں

فضل و کرم سے اس کے نہ مایوس ہو ضیا
ظلمتوں میں شمع جلاتا ہے بار بار

یہ اشعار ان کے مثبت طرزِ فکر اور روشن مزاجی کے بہترین مظاہر ہیں۔

لفظیات کے اعتبار سے بھی پروفیسر ضیاء الرحمن کی شاعری خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ ان کے یہاں ''روشنی، شمع، خورشید، قمر، ستارے، آسمان، گلستاں، صحرا، دریا، سائبان، اذاں اور منزل'' جیسے الفاظ بار بار سامنے آتے ہیں۔ یہ الفاظ محض لغوی معنی نہیں رکھتے بلکہ ان کے شعری نظام میں علامتی اور استعاراتی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ روشنی علم و آگہی کی علامت ہے، ستارے امید اور رہنمائی کے استعارے ہیں، جبکہ گلستاں زندگی، محبت اور انسان دوستی کی علامت بن جاتا ہے۔

اس حوالے سے موصوف کے دو شعر ملاحظہ کریں جوان کی پوری شعری شخصیت کے نمائندہ معلوم ہوتے ہیں:

روشنی چھن جائے مجھ سے یہ کبھی ممکن نہیں
چاند تاروں سے چمکتا آسماں رکھتا ہوں میں

ذہن و دل میں فکر و فن کا اک جہاں رکھتا ہوں میں
عام لہجوں سے الگ طرزِ بیاں رکھتا ہوں میں

یہ اشعار ان کے فکری اعتماد، تخلیقی شعور اور روشن طرزِ احساس کا اظہار ہیں۔

اسلوب

اسلوب کے اعتبار سے ان کی شاعری سادگی، شگفتگی اور روانی کی حامل ہے۔ وہ ثقیل الفاظ، مصنوعی تراکیب اور پیچیدہ علامتوں سے گریز کرتے ہیں۔ ان کے یہاں زبان عام فہم ہے لیکن اس میں فکری وقار اور معنوی گہرائی برقرار رہتی ہے۔ یہی سادگی ان کی شاعری کو وسیع حلقۂ قارئین کے لیے قابلِ فہم اور دل نشیں بناتی ہے۔

پروفیسر ضیاء الرحمن کی شاعری میں روایت اور جدت کا حسین امتزاج بھی دکھائی دیتا ہے۔ وہ ماضی کی عظمتوں کو یاد رکھتے ہیں مگر حال کے مسائل سے بھی بے خبر نہیں۔ وہ نئی نسل کو اپنی شناخت برقرار رکھتے ہوئے مستقبل کی تعمیر کا پیغام دیتے ہیں:

اپنی منزل کو ڈھونڈیں خود نئی دنیا آباد کریں
آنے والی نسلوں نے یہ دل میں اپنے ٹھانی ہے

یہ شعر ان کے تعمیری شعور اور مستقبل بینی کی عمدہ مثال ہے۔

الغرض کہا جا سکتا ہے کہ پروفیسر ضیاء الرحمن صدیقی کی شاعری فکر و احساس، خدا شناسی و انسان دوستی، روایت و جدت اور محبت و اخلاقیات کا حسین سنگم ہے۔ ان کا کلام زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت سادگی، خلوص اور فنی مہارت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ وہ اپنے عہد کے مسائل سے آگاہ بھی ہیں اور ان کے حل کے لیے فکری روشنی بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان کی شاعری قاری کو حسنِ احساس کے ساتھ ساتھ شعورِ حیات بھی عطا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پروفیسر ضیاء الرحمن صدیقی اردو شاعری کے معاصر منظر نامے میں ایک ایسے شاعر کے طور پر نمایاں نظر آتے ہیں جنہوں نے واقعی ''شاعری کے کینوس پر ضیائیں بکھیرنے'' کا حق ادا کیا ہے۔

ڈاکٹر رفیعہ نوشین

محترم ومکرم،

جنابِ اسمارٹ فون صاحب قبلہ،

دامت بیٹریکم!

("اللہ آپ کی بیٹری ہمیشہ قائم و دائم رکھے!")

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاجِ عالی کیسے ہیں؟ امید ہے حسبِ سابق آپ کسی چارجر سے متصل، WiFi سے وابستہ اور نوٹیفکیشنوں سے معمور ہوں گے۔ یہاں ہمارا حال یہ ہے کہ صبح آنکھ کھلنے سے پہلے ہاتھ آپ کی طرف بڑھتا ہے۔ پہلے لوگ بیدار ہوکر خدا کو یاد کرتے تھے، اب Password یاد کرتے ہیں۔ ترقی بہرحال ایک اچھی چیز ہے۔

حضور!

آپ سے تعلق بھی عجب تعلق ہے۔ نہ مکمل عشق، نہ مکمل غلامی؛ مگر کیفیت وہی ہے جو پرانے زمانے کے درباریوں کی بادشاہ سے ہوا کرتی تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں "حکم" صادر ہوتے تھے، یہاں "نوٹیفکیشن" آتے ہیں۔

پہلے زمانے میں محبوب خط نہ بھیجتے تو عاشق دیواروں سے سر ٹکراتا تھا۔ اب اگر پانچ منٹ تک فون خاموش رہے تو آدمی خود کو مرحوم سمجھنے لگتا ہے۔ میں نے کل ذرا استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو میز پر رکھا اور اِرادہ کیا کہ آج کچھ مطالعہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک کتاب کھولی، عینک درست کی، دو صفحے پڑھے ہی تھے کہ دل میں خلش سی پیدا ہوئی۔ خیال آیا، "کہیں کسی نے میری پوسٹ پر صرف ایک ہی لائک تو نہیں کیا؟" بس پھر کیا تھا۔

کتاب اسی ادب سے بند کی جس ادب سے سرکاری دفاتر میں فائلیں بند کی جاتی ہیں، اور آپ کو اٹھا لیا۔ دیکھا تو ایک صاحبہ نے وہی پرانا لطیفہ دوبارہ بھیج رکھا تھا جو پچھلے تین برس سے قوم میں گردش کر رہا ہے۔ مروّتاً بھیج دیا تاکہ تعلقات میں سرد مہری پیدا نہ ہو۔

جنابِ موبائل!

آپ نے انسان کی معاشرتی ساخت ہی بدل دی ہے۔ پہلے لوگ ملنے جاتے تھے تو حال احوال پوچھتے تھے، اب سیدھا سوال ہوتا ہے، "WiFi کا Password کیا ہے؟"

یوں محسوس ہوتا ہے کہ مہمان نہیں، انٹرنیٹ کے مہاجر تشریف لائے ہیں۔

محفلوں کا تو پوچھیے مت!

چار آدمی ایک کمرے میں بیٹھے ہوتے ہیں مگر گفتگو سب کی الگ الگ شہروں میں جاری رہتی ہے۔ اگر کوئی شخص اچانک سر اٹھا کر بول دے ”کیسے مزاج ہیں؟“

تو سب چونک کر اس کی طرف یوں دیکھتے ہیں جیسے اس نے تاریخی غلطی کر دی ہو۔

حضرت!

آپ کی سب سے خطرناک ایجاد ”آن لائن“ کا سبز نشان ہے۔ اس سبز نقطے نے نہ جانے کتنے رشتے تباہ کیے ہیں۔ اگر کسی کا میسج دیکھ کر جواب نہ دو تو وہ فوراً یہی سمجھتا ہے کہ یا تو تکبر آ گیا ہے یا کسی اور کے ساتھ چیٹ میں مصروف ہیں۔

ایک صاحبہ نے مجھ سے شکوہ کیا کہ

”آپ آن لائن تھیں مگر جواب نہیں دیا!“

میں نے عرض کیا،

”بی بی! آن لائن ہونا انسان کا فعل ہے، جواب دینا فرشتوں کا کام ہے۔

مساجد تک آپ کے اثر سے محفوظ نہیں رہیں۔نماز سے پہلے اعلان ہوتا ہے۔

”اپنے موبائل فون بند کر لیجیے۔“

لوگ ایسی سنجیدگی سے فون Silent کرتے ہیں جیسے دنیا ترک کر رہے ہوں۔مگر سلام پھیرتے ہی جیبوں میں ہاتھ اس سرعت سے جاتا ہے جیسے ابھی ابھی وحیِ ثانی نازل ہوئی ہو۔ پھر اسکرین کو اس انہماک سے دیکھا جاتا ہے کہ گویا جنت کی کنجی موصول ہوئی ہو۔ حالانکہ اکثر صورتوں میں کسی خالہ جان کی جانب سے ”Good Morning“ کا پھول آیا ہوتا ہے جس پر شبنم کے قطرے ایسے چمک رہے ہوتے ہیں جیسے قومی بجٹ میں ترقی کے امکانات۔

اور یہ Instagram! الامان والحفیظ!

ایسی مخلوق وہاں پائی جاتی ہے کہ آدمی اپنی شکل دیکھ کر خود سے معذرت کرنے لگے۔ ہر شخص ایسا چمکتا ہے جیسے ابھی ابھی Photoshop کے غسل سے فارغ ہوا ہو۔

میں نے بھی ایک روز ناشتے کی تصویر کھینچنے کا ارادہ کیا۔ آملیٹ میز پر رکھا، چائے برابر میں رکھی، روشنی درست کی، زاویہ سنبھالا، فلٹر بدلے، Caption سوچا......

جب تک تصویر مکمل ہوئی، آملیٹ ٹھنڈا ہو کر جغرافیہ کی کسی قدیم تختی کا نمونہ بن چکا تھا۔

اب حالت یہ ہے کہ لوگ کھانا پیٹ کے لیے کم اور Story کے لیے زیادہ کھاتے ہیں۔

اور TikTok نے تو قوم کی رہی سہی سنجیدگی بھی دفن کر دی۔ وہاں ہر شخص یا تو فلسفی ہے یا کامیڈین۔ ایک صاحب کو دیکھا کہ موٹر سائیکل دھوتے ہوئے قوم کو خودی کا درس دے رہے تھے۔ دوسرے صاحب چائے بناتے بناتے عشق پر لیکچر دے رہے تھے۔ تیسرے سڑک کنارے کھڑے ”لائیو“ آ کر پوچھ رہے تھے۔

”دوستو! آواز آ رہی ہے؟“ دل چاہا عرض کروں، ”جناب! آواز تو آ رہی ہے، عقل نہیں آ رہی۔“ مگر خاموش رہی۔

اس لیے کہ آج کل خاموش رہنا ہی دانشمندی کی آخری علامت رہ گیا ہے۔

موبائل میاں!

آپ نے ہماری غیرت کا بھی عجیب امتحان لیا ہے۔ پہلے حادثہ دیکھ کر لوگ مدد کو دوڑتے تھے، اب Camera کھولتے ہیں۔

ایک صاحب زخمی کو اٹھانے کے بجائے بہتر Angle تلاش کر رہے تھے تاکہ ویڈیو Viral ہو سکے۔ ساتھ Caption لکھا،

”انتہائی افسوسناک واقعہ، دعاؤں کی اپیل“

گویا دکھ بھی اب HD Quality میں درکار ہے۔

اور حضور، آپ کی بیٹری!

کیا عرض کروں؟ ایسے گرتی ہے جیسے الیکشن کے بعد عوامی امیدیں۔ ابھی سو فیصد پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ اچانک پندرہ فیصد باقی رہ جاتی ہے اور آپ نہایت عاجزی سے لکھتے ہیں ”Battery * Low“ * اس لمحے دل کی کیفیت وہی ہوتی ہے جو شاعر کی مشاعرے میں آخری شعر بھول جانے پر ہوتی ہے۔

بہر کیف!

آپ سے جان چھڑانا بھی ممکن نہیں۔ آپ محبوب بھی ہیں، مصیبت بھی؛ سہولت بھی ہیں، سزا بھی۔ خدا آپ کو وائرس، ہینگ اور ٹوٹی اسکرین سے محفوظ رکھے اور ہمیں اتنی ہمت عطا فرمائے کہ کم از کم کھانا کھاتے وقت آپ کو الٹا رکھ سکیں۔

فقط

آپ کی ابدی اسکرولر،

ایک نیم زندہ صارفِ انٹرنیٹ۔

ختم شدہ

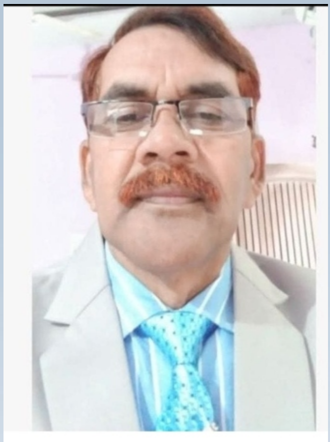

ہائیکو (Haiku) کے صوتی آہنگ و تاریخ

ڈاکٹر گوہر مسعود

(فتحپور، یوپی)

جب دو مختلف قوموں یا زبانوں کے بولنے والوں کا اختلاط ہوتا ہے تو دونوں ہی ایک دوسرے کے اثرات قبول کرتے ہیں حتٰی کہ انکی تہذیب و تمدن نیز بول چال اس قدر متاثر ہوتی ہے کہ ایک نئی تہذیب یا زبان تشکیل پذیر ہوتی ہے جس کا جیتا جاگتا نمونہ اردو (لشکری) زبان ہے۔ اسی طرح جب ہائیکو (Haiku) اردو میں رائج ہوا تو صوت و آہنگ اور موضوعات کے اعتبار سے اردو کے قالب میں ڈھل گیا۔ البتہ اسکا جاپانی نام ہائیکو آج بھی برقرار ہے جو اردو میں ایک اضافے کا باعث ہے لیکن راقم کو یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ اردو کے قالب میں ڈھلی اس صنف نے آج بھی اپنے سر پر جاپانی ٹوپی لگا رکھی ہے۔

سہ مصرعی جاپانی صنف سخن ہائیکو اپنے وزن و آہنگ، نیز موضوعاتی تنوع اور فکر و فن کی وجہ سے دنیائے ادب میں مقبولیت کی حامل ہے۔ یہ مختصر صنف سترہ ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جو درج ذیل ہیں۔ فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فع۔

ہائیکو کا پہلا اور تیسرا مصرع پانچ پانچ صوتی آہنگ پر اور دوسرا مصرع سات صوتی آہنگ (Vocal or acoustic harmony) پر مشتمل ہے، یعنی پہلے اور تیسرے مصرعے سے دو صوتی آہنگ دوسرے مصرعے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ قافیوں سے آزاد صنف ہے لیکن اُردو شعرا نے مساوی الوزن (isometrical یا isorhythmic) اول نیز آخری دونوں مصرعوں کو قافیہ و ردیف سے مزین کر کے جو تجربہ کیا وہ صرف کامیاب ہی نہیں رہا بلکہ ہائیکو کے حسن میں اضافہ کا باعث بنا۔

اردو عروض میں ہائیکو کا تعلق ’’بحر متقارب‘‘ (فعولن فعولن فعولن فعولن) سے ہے البتہ ’’ثلم‘‘ زحاف کے عمل سے اسکی صورت و صوتی آہنگ میں تبدیلی آ گئی ہے۔ اب یہ امر قابلِ توضیح ہے کہ یہ تبدیلی کیسے وجود میں آئی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی وضاحت ذیل میں کر دی جائے۔

بحر متقارب کا بنیادی رکن ’’فعولن‘‘ ہے۔ چنانچہ اس کے حرف اول ’’ف‘‘ یعنی سرِ وتد کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ اس عمل کو ’’خرم‘‘ کہتے ہیں۔ بحر متقارب میں اس کو ’’ثلم‘‘ اور مزاحف ’’اثلم‘‘ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا جب

زحاف ثلم کے عمل سے سرِ وتد یعنی فعولن کا ''ف'' ساقط ہوا تو ''عولن'' برآمد ہوا یا باقی رہا اور اس ''عولن'' کو ہم وزن مانوس فعلن یعنی سکونِ ''ع'' سے تبدیل کردیا اس طرح ''فعلن'' وجود میں آ گیا۔

بحر متقارب میں صرف ''ثلم'' زحاف کا ہی عمل نہیں ہوا ہے بلکہ اس میں ''حذف'' کا بھی عمل ہوا ہے لہٰذا حذف کے عمل کے بعد ہی اس کے تبدیل شدہ صوت و آہنگ (فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فع) وجود میں آ گئے چونکہ درمیانی مصرعے میں دوصوتی آہنگ زیادہ ہیں اس طرح یہ بحر متقارب کے ساتھ اثلم محذوف ہو گئی۔

جاپانی شاعری میں ''ماسا اکا شیکی'' (Masaoka Shiki) کو ہائیکو کا جدید شاعر کہا جاتا ہے۔ اُردو شعر و ادب میں ہائیکو کی شناخت کرانے میں R.H.Blyth نے اہم کردار ادا کیا۔

اسی طرح پاکستان میں اردو شاعری میں ہائیکو۔ کے پہلے شاعر پروفیسر ڈاکٹر محمد امین ہیں ان کے ہائیکو کا مجموعہ 1981 میں اشاعت پذیر ہوکر قبول خاص وعام ہوا۔ پاکستان کے دیگر شعراء نے بھی اس پر کافی طبع آزمائی کی۔ سید معراج جامی کی ادارت میں ''ہائیکو ورڈ'' سہ ماہی رسالہ نکلا۔ ہائیکو پر جن شعراء نے طبع آزمائی کی اُن میں محسن بھوپالی، شاہین فصیح ربانی، مخمور جالندھری، قاضی سلیم، عبدالعزیز خالد، دلنواز دل، پروفیسر سجاد مرزا، پروفیسر ریاض احمد سحر، امین راحت چغتائی، قمر ساحری، نصیر احمد ناصر، فراست رضوی، بشیر سیفی، رفیق سندیلوی، حمایت علی، انوار فیروز، علی محمد فرشی، سیدہ حنا وغیرہم کے نام قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح بھارت میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ناوک حمزہ پوری، پروفیسر نادم بلخی، علیم صبا نویدی، شارق جمال، ڈاکٹر فراز حامدی، ڈاکٹر رفعت اختر خاں، راقم (ڈاکٹر گوہر مسعود مظہر امام ڈاکٹر کرامت علی کرامت، بلراج کومل، ڈاکٹر ولی چشتی، شان الحق حقی، کرشن موہن سرشار بلند شہری، ڈاکٹر پرویز پیکر، ڈاکٹر عبید حاصل، کاوش پرتا پگڈھی، ڈاکٹر جمیلہ عرشی کی خدمات قابل صد تحسین ہیں۔

برطانیہ سے ساحر شیوی، جرمنی سے حیدر قریشی کا ذکر نہ کرنا اردو ادب کے ساتھ نا انصافی ہوگی۔ ہائیکو کی تحریک میں حیدر قریشی نے اہم کردار ادا کرتے ہوئے نمایاں خدمات انجام دیں جو رہتی دنیا تک انکو زندہ و تابندہ رکھنے میں مدد و معاون ثابت ہونگی۔

عرب نژاد دکتور نزار سرطاوي
ایک ملاقات

مہتاب قدر (جدہ)

دکتور نزار سرطاوی سے میری ملاقات آندھرا پردیش کے اس ادبی اجتماع میں ہوئی جسے ملٹی لینگول پوئیٹک پریزم کا نام دیا گیا تھا، جہاں دنیا بھر کے شعراء وشاعرات عرب، عجم، فرانسیسی، بنگالی اردو انگریزی، ہندی ممالک کے علاوہ ان تمام زبانوں کے قلمکار شریک تھے جو ہمارے تمام صوبوں علاقوں میں بولی جاتی ہیں، جیسے تلگو، کنڈی، مرہٹی وغیرہ۔ تقریبا دوسو سے زیادہ افراد کا اجتماع میرے لئے منفرد اور غیر معمولی تھا۔ حد تو یہ ہے کہ عبرانی زبان کی شاعرہ بھی شریک محفل تھیں۔

سرطاوی کے ساتھ ٹھہرانے کی قطار میں کھڑے ہوکر میں اپنی دوست تونسی شاعرہ فضیلہ مسعی کو بتا رہا تھا کہ ہم اس وقت تمام زبانوں کے مخلوط اجتماع میں ہیں جہاں عربی کے شعرا بھی شریک ہیں۔ سرطاوی نے دریافت کیا آپ کس سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ فضیلہ کا نام سنا تو موصوف نے فون مانگا، ان کا آپس میں قدیم تعلق تھا۔

''العندلیب'' نزار سرطاوی کا مرتب ومترجم مجموعہ ہے جس میں سروجنی نائیڈو کی متعدد نظموں کے تراجم شامل ہیں۔ انگریزی سے عربی میں یہ کتاب عربی ادب میں سروجنی نائیڈو کو متعارف کروانے کی بہترین کاوش ہے۔

شادیوں میں تاخیر، اسباب اور تدارک

ام عبدالعزیز (جدہ)

شادی انسانی زندگی کا ایک اہم اور فطری تقاضہ ہے، مگر موجودہ دور میں لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کی شادیوں میں غیر معمولی تاخیر ایک سماجی مسئلہ بن گئی ہے۔ اس تاخیر کے اثرات صرف فرد تک محدود نہیں رہتے بلکہ خاندان اور معاشرے پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے اسباب کو سمجھا جائے اور مناسب تدارک کیا جائے۔

شادیوں میں تاخیر کے اسباب

۱۔معاشی مسائل

آج کے دور میں بے روزگاری، کم آمدنی اور مہنگائی نے نوجوانوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ بہت سے نوجوان اس خوف سے شادی مؤخر کرتے ہیں کہ وہ گھریلو ذمہ داریاں نبھا نہیں سکیں گے۔

۲۔غیرضروری رسم و رواج

شادیوں میں فضول خرچی، جہیز کی لعنت، مہنگے ہال، قیمتی ملبوسات اور دکھاوے کی رسموں نے نکاح کو مشکل بنا دیا ہے۔ والدین اکثر ان مشکلات کی وجہ سے شادی میں تاخیر کرتے ہیں۔

۳۔تعلیمی اور کیریئر کی ترجیحات

بعض اوقات اعلیٰ تعلیم اور بہتر ملازمت کے حصول کی دوڑ میں شادی کو مسلسل مؤخر کیا جاتا ہے۔ تعلیم اگرچہ ضروری ہے، لیکن مناسب عمر میں نکاح بھی زندگی کی اہم ضرورت ہے۔

٤۔خاندانی توقعات

کچھ والدین رشتوں کے انتخاب میں غیر معمولی معیار قائم کر دیتے ہیں، جیسے دولت، حسب نسب یا مخصوص ملازمت۔ نتیجتاً مناسب رشتے بھی رد ہو جاتے ہیں۔

۵۔سوشل میڈیا اور بدلتی ترجیحات

سوشل میڈیا نے نوجوانوں کی سوچ اور توقعات پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ غیر حقیقی معیارِ زندگی اور خیالی تصورات کی وجہ سے حقیقت پسندانہ فیصلے کم ہوتے جا رہے ہیں۔

٦۔دینی اور اخلاقی شعور میں کمی

اسلام نے نکاح کو آسان اور باعثِ برکت قرار دیا ہے، مگر معاشرے میں دینی تعلیمات سے دوری کے باعث نکاح کو مشکل اور بوجھ سمجھ لیا گیا ہے۔

شادی میں تاخیر کے منفی اثرات

ذہنی دباؤ اور تنہائی

بے راہ روی اور اخلاقی مسائل

خاندانی نظام میں کمزوری

والدین کی پریشانیوں میں اضافہ

معاشرتی بے چینی اور عدم استحکام

تدارک اور حل

1۔نکاح کو آسان بنایا جائے

سادہ شادیوں کو فروغ دیا جائے اور فضول رسم و رواج ترک کیے جائیں۔ اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ بہترین نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ ہو۔

۲۔جہیز کی حوصلہ شکنی

جہیز کو معاشرتی وقار کے بجائے ایک غیر ضروری بوجھ سمجھا جائے اور اس کے خلاف شعور بیدار کیا جائے۔

۳۔والدین حقیقت پسند بنیں

رشتوں کے انتخاب میں اخلاق، کردار اور دینی اقدار کو ترجیح دی جائے، نہ کہ صرف دولت اور ظاہری حیثیت کو۔

٤۔نوجوانوں کی رہنمائی

تعلیم کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کو ازدواجی زندگی کی اہمیت اور ذمہ داریوں سے بھی آگاہ کیا جائے۔

۵۔اجتماعی شعور بیدار کیا جائے

علماء، اساتذہ، ادیب اور میڈیا اس مسئلے پر مثبت کردار ادا کریں تاکہ معاشرے میں سادگی اور اعتدال کا رجحان بڑھے۔

شادی میں تاخیر صرف ایک ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ ایک سماجی چیلنج ہے۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات، سادگی اور اعتدال کو اپنا لیں تو اس مسئلے پر بڑی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نکاح کو آسان اور زندگی کو پاکیزہ بنایا جائے تاکہ ایک متوازن اور صحت مند معاشرہ تشکیل پا سکے۔

ادبی خاکہ

شکیل اعجاز - ہمہ جہت شخصیت

خان حسنین عاقب
(پوسد، مہاراشٹر)

دھان پان سا جسم، قد پانچ فٹ سے ذرا نکلتا ہوا، جسامت کسی اسمارٹ ہیرو جیسی، پورا سر بالوں سے بھرپور اور بال اتنے کہ ہیئر ٹرانسپلانٹ کروائیں تو کروڑوں روپے لگ جائیں۔ چال میانہ لیکن محتاط، اتنی محتاط جیسے ڈر ہو کہ کہیں اگلا قدم کسی گڑھے میں نہ جا پڑے، آواز دھیمی اور لہجہ نرم، ناک ستواں، ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مونچھیں، داڑھی اتنی جتنی خود سے بڑھ جائے ورنہ صاف، گفتار کی طوالت اتنی جتنی مدمقابل کی اوقات، پینٹ قمیض زیب تن کرتے ہیں لیکن پاجامہ کرتے سے بھی پرہیز نہیں۔ لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ محتاط اور حتی الامکان گریزاں، کر بھلا تو ہو بھلا ورنہ اپنا گھر بھلا پر مکمل ایمان۔

یہ ہیں آکولہ شہر کی شان
مصوری جن کی پہچان
ایک ادھ کھلا راز
یعنی شکیل اعجاز

اردو ادب کے وسیع و عریض نقشے پر بعض نام ایسے ہوتے ہیں جو کسی شور و غوغا کے بغیر اپنی روشنی بکھیرتے ہیں۔ مہاراشٹر کے شہر آکولہ سے تعلق رکھنے والے شکیل اعجاز ایک ایسی ہی ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ وہ ایک ایسے درویش مصور، انشائیہ نگار اور مزاح نگار ہیں جس نے کاغذ کے بدن میں لفظوں کی شیرینی اور رنگوں کی روشنی بھرنے کی حامی بھر رکھی ہے۔

ایک زمانے میں ان کے والد مشہور شاعر غنی اعجاز بھی اس شہر کی شناخت رہ چکے ہیں۔ غنی اعجاز کا یہ شعر سن لیجیے جو دنیا بھر میں مشہور ہے:

لوگ خوش ہیں اسے دے دے کے عبادت کا فریب
وہ مگر خوب سمجھتا ہے، خدا ہے وہ بھی

مرحوم غنی اعجاز کے فرزند دلبند شکیل اعجاز بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ملازمت کی سخت کوشی سے نجات حاصل کر لینے کے بعد اب اپنی زندگی کی سیکنڈ اننگ کھیل رہے ہیں اور خوب کھیل رہے ہیں۔ وہ ایک قلمکار، ایک مصور، ایک شفیق استاد اور ان سب سے بڑھ کر ایک بے حد نفیس انسان ہیں۔ ان کی شخصیت کے کم از کم اتنے رنگ تو ضرور ہیں کہ انہیں کسی ایک خانے میں قید کرنا ممکن نہیں، ایک سے زیادہ خانے درکار ہوں گے۔

شکیل اعجاز صاحب کی پہلی اور سب سے بڑی پہچان ان کی مرنجاں مرنج طبیعت ہے۔ یعنی جیو اور جینے دو اور اپنے کام سے کام رکھو۔

نہ کاہو سے دوستی نہ کاہو سے بیر

ویسے دیکھا جائے تو آج کے دور میں جہاں انا پرستی عام ہے، شکیل اعجاز عجز و انکسار کی چلتی پھرتی تصویر ہیں۔ علاوہ ازیں وہ جتنے محتاط ہیں اتنے ہی نازک مزاج بھی ہیں۔ وہ نازک مزاج ان معنوں میں ہیں کہ دوسروں کی دی ہوئی ذرا سی تکلیف اور دوسروں کی ذرا سی تکلیف انہیں تڑپا دیتی ہے۔ شکیل اعجاز کے بارے میں مشہور ہے کہ اگر وہ آپ کو کہیں نظر آ جائیں تو سمجھ جایئے کہ انھیں کوئی انتہائی ضروری کام ہوگا ورنہ وہ باہر بہت کم نکلتے ہیں۔ جب برسرِ ملازمت تھے تو وہ عموماً دو ہی جگہ پائے جاتے تھے۔

فی البدیہہ غزل

سید اسد تابش

(بارسی ٹاکلی ضلع آکولہ۔مہاراشٹر)

عنایت ہو تھوڑی سوا جانتے ہیں
مروت کو تیری دوا جانتے ہیں

مضامین فرسودہ اپنے ہیں سارے
مگر ہم انھیں ہی نیا جانتے ہیں

چمن میں زباں پر جو لگ جائیں تالے
قفس کو چمن سے سوا جانتے ہیں

مسیحا یہ دعویٰ تو کرتے ہیں اکثر
مَرَض جانتے ہیں دوا جانتے ہیں

بھنور میں جو ڈالے پھر ہم کو نکالے
ہم اپنا اسے ناخدا جانتے ہیں

وفا گر نہیں تو جفائیں عطا کر
تری ہر عطا کو روا جانتے ہیں

رت بدلتے ہی....!!

سیدہ ایمن

یہ ہجرت گزیدہ موسم
پرانے راستوں سے پھر پلٹ کر آئیں گے
مٹی میں دبے نوحوں کو
پھر سے زباں دیں گے!
یہ گزرے دن...
ریشمی یادوں کی تپش سے
میری آنکھوں میں جمی برف پگھلائیں گے
میری تنہائی کو گلے سے لگائیں گے
یہ رت بدلتے ہی...
خوابوں کی راکھ کرید کر
چنگاریاں پھر سے سلگانے آئیں گے
ہر بیتے لمحے کی سسکتی ہوئی چاپ سے
میرے سکوتِ دل کو جگائیں گے
یہ ہجرت گزیدہ موسم
پلٹ کر پھر یہیں آئیں گے!

مزاحیہ کلام (قطعہ)

اطہر اسلوبی (جدہ)

تو تنہا نہیں مہرباں اور بھی ہیں
محلے میں کچھ کھڑکیاں اور بھی ہیں

ذرا ہاتھ پکڑا تو یہ شور غوغا
”مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں“

نہیں ہو تمھیں ایک نقاد اطہرؔ
یہاں تو چنیں اور چناں اور بھی ہیں

قدم دو قدم پر ہے سسرال میری
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

فارسی سے ایک شعر

بہار آمد صدائی بر نمی آید ز بلبل ھا
مگر امسال رنگ دلربائی نیست در گل ھا

(فضولی بغدادی)

شعری ترجمہ:

بہاروں میں نہ گونجا نغمہ بلبل کوئی اب کے
نہ دکھلا یا چمن میں دلربائی گل کوئی اب کے

(مہتاب قدر)

افسانہ

خوبصورت

فرخندہ ضمیر

عدنان اور اس کے دوست شادی سے لوٹ رہے تھے، رات بھیگ گئی تھی۔ یارانِ خوش سخن اپنا اپنا راگ الاپ رہے تھے کہ اچانک گاڑی کو بریک لگانے پڑے۔سعود کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا، پیچھے بیٹھے ذاکر اور عمران دونوں کے سر آگے والی سیٹ سے ٹکرائے۔سب دوست عدنان کو اقوال زرّیں سے نوازنے والے ہی تھے کہ سامنے جو نظر پڑی تو اٹھنا بھول گئی، سڑک کے درمیان ایک حسین دوشیزہ، کمر تک لہراتی زلفوں اور سولہ سنگھار کئے کھڑی تھی اور ایک ادائے دلربائی سے گاڑی کو رکنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

سب مبہوت رہ گئے۔ ایسا دلفریب حسن کہ پاکبازوں کے ایمان ڈگمگا جائیں۔

وہ کھڑکی کے قریب آئی۔

''میری گاڑی خراب ہوگئی ہے۔ براہِ کرم میری مدد کیجئے۔'' آبشار رو سے بہتے قلقل جھرنوں کا جل ترنگ بج اٹھا۔

''یار عدنان دے دے لفٹ رات کا وقت ہے، بے چاری کہاں بھٹکے گی،'' عمران نے اس حسن بے پروا کو دیکھا اور کہا۔

''ہاں یار سفر حسین ہو جائے گا،'' سعود اس حسین دوشیزہ کی قربت سے مسحور ہونا چاہتا تھا۔ جوانی کی امنگیں، جزبات کا ہیجان، حسن بے ایمان۔

سب ان کے دل و دماغ پر حاوی تھے، لیکن عدنان نے ایک لمحہ کے لئے اپنے دل پر دماغ کو ترجیح دی کیونکہ وہ اکثر اپنی جاب کی وجہ سے ان راہوں کا، راستوں کا ہم سفر تھا۔ ہزاروں میل کی مسافت طے کر چکا تھا اور شاہراہوں کے ایسے خطروں سے واقف تھا۔ وہ تذبذب کا شکار تھا۔لیکن اس نے بھی سوچا کہ رات کا وقت ہے یہ لڑکی کہیں آدم خور انسانی بھیڑیوں کی حوس کا شکار نہ ہو جائے۔

اس نے سعود کو اشارہ کیا۔

لیکن سعود نے جیسے ہی دروازہ کھولنا چاہا، عمران کی چیخ نکل گئی، عدنان کی، شریانوں سے ٹھنڈا پسینہ بہنے لگا، سعود کے ہاتھ منجمد ہو گئے۔ سامنے کا منظر بہت بھیانک تھا۔حسین جمیل عورت کی جگہ خوفناک لال خطرناک آنکھیں، موٹے ہونٹ، بڑے بڑے دانت، کالی بھجنگ عورت تھی جس کا سراپا دھیرے دھیرے لمبا ہوتا جا رہا تھا۔اس کا قد گاڑی کی چھت سے بھی تجاوز کر گیا تھا۔

عدنان نے اپنے حواس مجتمع کئے اور گاڑی اسٹارٹ کر کے سرپٹ دوڑا دی۔ پیچھے سے چیخنے کی آوازیں آتی رہیں اور گاڑی میں سے آیت الکرسی کے ورد کی۔

گاڑی سیدھی R.T.D.C MiDWAY پر رکی۔سب گاڑی سے اترے لیکن ابھی بھی جسم و جاں میں خوف سرایت تھا۔ چائے پی کر

کچھ دیر وہاں بیٹھ کر اس حادثے سے ابھرنے کی کوشش کی۔ جلد سے جلد اب وہ اپنی منزل پر پہنچنا چاہتے تھے۔

کچھ کلو میٹر پر ایک اور دوشیزہ سڑک کے کنارے کھڑی ہاتھ سے اشارہ کر رہی تھی، لیکن اب وہ اس حسن و جمال سے متاثر نہیں

تھے۔ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

وہ شہر کی حدود میں داخل ہوتے ہی ہوٹل میں ٹھہر گئے کہ اب اس تاریک رات میں اور سفر کا حوصلہ نہیں تھا۔ آج ہی حسن کی دیویاں انکا راستہ کیوں روک رہی تھیں؟

دہشت ابھی بھی طاری تھی۔ چاروں دوستوں نے ایک ہی کمرے میں ایکسٹرا بیڈ ڈلوا لیا کہ ابھی اکیلے کمرے میں سونے کا حوصلہ نہیں تھا۔ نیند کی دیوی مہربان نہیں ہوئی تھی کہ ابھی بھی وہ اس سحر میں گرفتار تھے! آخر کار نیند آ گئی لیکن سعود کی دلخراش دبی دبی

چیخوں سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو سعود کانپ رہا تھا اسکی ڈر کے مارے چیخیں نکل رہی تھیں، بخار چڑھ گیا تھا۔

عدنان چونکہ زیادہ تر سفر میں رہتا تھا اس لئے اپنی گاڑی میں ایک میڈیکل کٹ رکھتا تھا۔ اس میں نزلہ، زکام، بخار، دست، ایسی ڈیٹی وغیرہ کی دوائیاں، درد دور کرنے کے لئے جیل، زخم کے لئے بیٹا ڈن ٹیوب، پٹّی اور بینڈ تیج وغیرہ تھے۔ اس وقت نیچے گاڑی سے جا کر نکالنے کا حوصلہ نہیں تھا لیکن دوست کی حالت دیکھکر آیت الکرسی پڑھکر ہمّت کی اور گاڑی سے میڈیکل کٹ نکال کر لایا۔ بڑی مشکل سے سعود کو ٹیبلیٹ دی۔ دونوں دوست سعود کا بخار اترنے کا انتظار کرتے رہے لیکن آپس میں گفتگو کئے بغیر خاموشی سے لیٹے رہے۔ پوری رات آنکھوں میں کٹ گئی۔

جیسے ہی دور کی کسی مسجد سے اذان کی آواز آئی، سب نے فجر کی نماز ادا کی۔ ڈر اور خوف میں خدا سب کو یاد آ ہی جاتا ہے۔ سعود ابھی غفلت میں تھا۔ ہوٹل کے بیرے نے چائے کی ٹرے اور اخبار لا کر دیا۔ چائے پیتے ہوئے عدنان اخبار پڑھ رہا تھا کہ اس کی نظر ایک خبر پر پڑی اس کے کپ سے چائے چھلک گئی۔ سعود نے پوچھا۔۔۔

''کیا ہوا؟'' عدنان نے اخبار اس کی طرف بڑھا دیا۔

خبر تھی کہ ''بیتی رات شاہ راہ نمبر ۵۴ پر کئی گاڑیاں آپس میں ٹکرا گئیں۔ اور اسی شاہ راہ پر آگے چل کر ایک دوشیزہ کی برہنہ زخمی لاش جھاڑیوں میں پائی گئی۔''

خبریں

مانو کی پروفیسر آمینہ تحسین کو وقارِ ادب ایوارڈ

IQBAL EDUCATION
WELFARE SOCIETY

سپاس نامہ

علم وادب کی دُنیا اُن ہی شخصیات کے سبب تابندہ رہتی ہے جو اپنی فکری بصیرت، تحقیقی کاوشوں اور خلوصِ عمل سے معاشرے میں شعور و آگہی کی شمع روشن کرتی ہیں۔ پروفیسر آمنہ تحسین صاحبہ ایسی ہی باوقار، باصلاحیت اور ہمہ جہت علمی شخصیت ہیں، جنہوں نے اُردو ادب، مطالعاتِ نسواں، تحقیق وتنقید اور تدریسی خدمات کے میدان میں نمایاں اور قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کی علمی وادبی کاوشیں اُردو دُنیا کے لیے سرمایۂ افتخار ہیں۔

پروفیسر آمنہ تحسین صاحبہ کا تعلق حیدرآباد دکن سے ہے۔ آپ نے عثمانیہ یونیورسٹی سے اُردو ادب میں ایم اے، سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد سے ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ایم۔فل میں امتیازی کامیابی پر آپ کو پروفیسر گیان چندجین گولڈمیڈل سے نوازا گیا۔ آپ سنہ 2004ء سے مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد کے شعبۂ مطالعاتِ نسواں سے وابستہ ہیں اور تدریس وتحقیق کے ساتھ متعدد ریسرچ اسکالرز کی علمی رہنمائی انجام دے چکی ہیں۔ آپ کئی برسوں تک صدرِ شعبہ بھی رہیں۔ آپ کی علمی دلچسپیوں میں دکن کی تاریخ وتہذیب، نسائی ادب، تانیثی تحقیق وتنقید، مسلم خواتین کی تاریخ، صنف اور سماج جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔ ان موضوعات پر آپ کی متعدد کتابیں اور تحقیقی مقالات شائع ہو چکے ہیں، جنہیں علمی حلقوں میں قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

آپ نے خواتین کے مسائل، صنفی مساوات اور سماجی شعور کی بیداری کے لیے قومی وبین الاقوامی سطح پر سیمینارز، کانفرنس، تربیتی پروگرامس اور ادبی سرگرمیوں کا انعقاد کیا۔ اُردو زبان کی ترویج اور نئی نسل کو اُردو سے روشناس کرانے کے لیے بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ آپ کی علمی وادبی خدمات کے اعتراف میں مختلف اداروں کی جانب سے متعدد اعزازات وانعامات سے نوازا جاچکا ہے جن میں کارنامۂ حیات ایوارڈ، محمد علی جوہر ایوارڈ، بیسٹ ٹیچر ایوارڈ اور دیگر اہم اعزازات شامل ہیں۔

اقبال ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی اپنے یومِ تاسیس اور سالانہ ایوارڈ فنکشن کی اس شاندار اور تاریخی تقریب میں اُردو ادب، تعلیم و تدریس خصوصاً تحقیق وتنقید کے میدان میں پروفیسر آمنہ تحسین صاحبہ کی علمی، ادبی، تحقیقی اور سماجی گرانقدر خدمات کے اعتراف میں آپ کو 'سید اقبال احمد وقارادب ایوارڈ' پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت، عزت، خوشیوں سے نوازے اور ان کی علمی وادبی روشنی ہمیشہ اُردو دُنیا کو منور کرتی رہے۔

2026
سید اقبال احمد
وقارادب
ایوارڈ

بتاریخ: 6/جون 2026ء
بمقام: زکریا آڈیٹوریم انجمن اسلام، وی ٹی ممبئی

ڈاکٹر سیدہ تبسم منظور ناڈکر
صدر
اقبال ایجوکیشن اینڈ ویلفیر سوسائٹی

حیدرآباد، 17رجون (پریس نوٹ)

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کی پروفیسر آمینہ تحسین کو وقارِ ادب ایوارڈ سے نوازا گیا۔ تفصیلات کے مطابق شعبۂ تعلیمات نسواں کی پروفیسر آمینہ تحسین کو اقبال ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی، ممبئی کی جانب سے ''وقارادب ایوارڈ برائے تحقیق وتنقید-2026'' پیش کیا گیا۔ یہ پروگرام 6 جون کو زکریا آڈیٹوریم، انجمن اسلام کیمپس، ممبئی میں منعقد ہوا۔

واضح رہے کہ تلنگانہ اسٹیٹ اردو اکیڈیمی نے بھی انہیں کارنامۂ حیات ایوارڈ 2026 سے نوازا ہے۔ جہاں وزیر اقلیتی بہبود، حکومت تلنگانہ محمد اظہرالدین نے انہیں یہ ایوارڈ پیش کیا تھا۔

آپ کے خطوط

(۱)

خوش آئند فکری طرز

میں حالیہ اُردو گلبن کے ''عید ملن مشاعرے'' کے کامیاب انعقاد پر دل کی اتھا گہرائیوں سے آپ سب کو ھدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ مجھے بحمداللہ اپنی بات کہنے کے لئے کبھی قلّتِ لفظی کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور نہ ہی کبھی لکھتے ہوئے مصلحتوں کا شکار ہوا ہوں۔ میں بہ بانگِ دھل یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ بہت کم ادبی تنظیمیں بشمول اردو گلبن میرے مشاہدے میں آئی ہیں جو صرف اُردو زبان و اَدب کی ترقی وترویج کے لئے اپنے شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں، اُس پرطُرّہ یہ کہ نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ، نہ نام نمود کی ہوس نہ تشہیر کی طلب۔

اور یہ تنظیمی خاصہ صرف اس وقت ہی پیدا ہوتا ہے جب فرد یا ادارہ مقصد کے حصول کے لئے اپنی ذات کی نفی کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ مجھے لمحۂ موجود میں ایک حیرت انگیز مسرت ہوتی ہے جب میں اردو گلبن کے بانی و سرپرست اور ان کے دیگر رفقائے کار کو اردو زبان ادب کی تخلیقات کے ابلاغ اور اردو زبان و ادب کے تخلیق کاروں کی پذیرائی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

یہ سب لوگ مجھے اردو سے محبت کے نشہ میں سرخوش نظر آتے ہیں اور اسی عالَمِ سرخوشی میں دُھن کی پرواہ کیے بغیر اپنی دُھن میں مصروف رہتے ہیں۔

اُردو چاہے سرحد کے اِس طرف بولی جارہی ہو یا اُس طرف، خلیجی ممالک ہوں یا دیگر براعظموں کے ان گنت ممالک، اردو بولنے والے ایک لسانی بندھن میں بندھے ہوئے ہیں جس کا عملی ثبوت بارہا اردو گلبن کی محافل میں ملتا رہا ہے۔ یہ ایک خوش آئند فکری طرز ہے جس سے اردو کو مزید جلا اور دوام ملتا رہے گا۔

میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی کسی ''واہ'' سے یا کسی ''آہ'' سے یہ پوچھا گیا ہو کہ تیرا وطن کونسا ہے یا تیرا مذہب کیا ہے۔ کیونکہ اردو زبان خود جغرافیائی قیود سے اور مذہبی بندوشوں سے آزاد ہے۔

اردو پڑھو، اردو بولو، اردو لکھو
کامیاب اور شاد رہیں آپ سب

محمد اشفاق بدایونی

(۲)

بامقصد مشاعرہ

شاعری قافیہ پیمائی کا نام نہیں ہے۔ یہ جگر کا لہو خون چاہتی ہے۔۔ شاعر نے کہا۔۔۔

ہم نے تیرے جمال پہ چھا کے غزل کہی
اشکوں کو رنگ و بو میں ملا کر غزل کہی
گزرا دل و نگاہ پہ جب کوئی حادثہ
غم کو تمام رات جگا کر غزل کہی

الحمدللہ جدہ کے ۱۱ جون کے ''اردو گلبن'' کے مشاعرے میں بامقصد شاعری کی مکمل تصویر دیکھنے اور سننے کو ملی ہے۔

شاعر کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے اور وہ اشاروں کنائیوں میں اپنی بات کو واضح کرتا ہے۔

اب رہا سوال کہ سامع اسے کس پیرائے میں لے جاتا ہے اور کون سی منزل تلاش کرتا ہے اور کسی شعر کو اپنے طور اپنی نجی زندگی کے مسائل کو حل کرتا ہے یہ سامع پر ہی منحصر ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا:

''میں تو غزل سنا کے اکیلا کھڑا رہا''
سب اپنے چاہنے والوں میں کھو گئے۔

بہر حال آپ تمام حضرات کا میں ممنون و مشکور ہوں کہ آپ نے مجھ جیسے کم پڑھے لکھے فرد کو مدعو کیا اور داد و تحسین سے نوازا۔

ان شاءاللہ موقع نصیب ہوا تو دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر رہوں گا اللہ کرے تمام حضرات کو دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کرے امین ثم امین

آپ کا خیر اندیش

سید ریاض تنہا

(تلنگانہ۔ نظام آباد)

(۳)

میگزین میں تبدیلیوں کی ضرورت

میگزین انڈیا میں بہت پاپولر ہو رہا ہے۔
اسی لحاظ سے بعض تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

پروفیسر ضیاالرحمٰن صدیقی

(ہندوستان)

جواب

محترم پروفیسر ضیاالرحمن صدیقی صاحب

اس اطلاع کا شکریہ۔ ادب واحترام سے ادارہ درخواست کرتا ہے کہ آپ جناب ان تبدیلیوں کے تعلق سے تفصیل عنایت فرمائیں تاکہ رسالہ بہتر سے بہتر بنایا جائے۔

ادارہ، آن لائن پندرہ روزہ اردو گلبن

(۴)

معیاری رسالہ

ایک اور خوب صورت شمارہ نظر نواز ہوا۔
فی زمانہ ایک معیاری رسالہ نکالنا جوئے شیر لانا ہے۔

بہت محنت کرتے ہیں آپ۔ اللہ کریم آپ کو صحت وسلامتی سے رکھے۔

سیف نظامی

(حیدرآباد)

(۵)

معلوماتی رسالہ

حج نمبر زبردست شمارہ تھا۔ حج کے حوالے سے معلوماتی مضامین اور نہایت دلکش اور رنگارنگ والی تصویروں نے رسالے میں چار چاند لگادئے۔

شکیلہ علی

انٹرنیشنل انڈین اسکول،

جدہ

(٦)

بشیر بدر نمبر

بشیر بدر نمبر بہترین مضامین اور منتخب اشعار کے ساتھ مرتب ہوا ہے۔ آپ کی کاوشیں قابلِ مبارکباد ہیں۔

پروفیسر آمنہ تحسین، مانو

(حیدرآباد)

امریکہ کی سرزمین پر مشاعرے کی ایک یادگار تصویر،
جس میں جناب ظفر گورکھپوری اور ڈاکٹر بشیر بدر دیکھے جاسکتے ہیں۔

APEX ARABIA
www.apexarabia.sa
Apex Arabia
کیوں منتخب کریں ؟
تیزی سے شروع کریں، تعمیل میں رہیں اور اعتماد کے ساتھ ترقی کریں - قیمتی کاروباری لوازمات بغیر کسی اضافی لاگت کے شامل ہیں۔
PRO
3 ماہ مفت
PRO خدمات
VAT
2 سہ ماہی کے لیے
مفت VAT فائلنگ
.sa
مفت sa. ڈومین
اور لینڈنگ پیج
3 ماہ مفت
بک کیپنگ سافٹ ویئر
ISO
3 ماہ بعد مفت
ISO QMS سرٹیفیکیشن
تیزی سے شروع کریں
تعمیل میں رہیں
اعتماد کے ساتھ ترقی کریں
آپ کے کاروبار کا اعتباری شریک
تیز اور آسان عمل
100% تعمیل
ماہر سپورٹ
Mobile & WhatsApp : +966 53 786 64 64
Email: aalam@apexarabia.sa